

مخزن برکات



شاه ابوالبرکات قدس سرہ

۱۳

ھ

۹۸



امام المفسرین سید المحدثین اتاؤ العلماء رئیس الفضلاء
مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب
قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ امیر و شیخ الحدیث دارالعلوم
حزب الاحناف پاکستان



رضاء المصطفیٰ حشقی



مکتبہ مخزن برکات گنج بخش روڈ لاہور

- کتاب _____ مخزن برکات
- تحریر _____ محمد رضا المصطفیٰ اہشتی کوٹلی لوہاراں مغربی بیالکوٹ
- تعارف _____ علامہ سید محمود احمد رضوی
- تقریب _____ خواجہ رحنی جید رہبرہ حضرت وحی احمد محدث سوئی
- پیش لفظ _____ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری
- طباعت اول _____ ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء
- تعداد _____ گیارہ سو صرف
- مطبع _____ بختیار پریس لاہور
- صفحات _____ ۶۰
- قیمت _____
- ملنے کا پتہ _____ مخزن برکات گنج بخش روڈ لاہور
- کتابت _____ محمد امین قصوری حزب الاحناف لاہور

پہلی نظر

مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات
سید احمد قادری اشرفی قدس العزیز فضل و کمال اور علم و عرفان کا سمندر تھے۔
حدیث و تفسیر، اصول فقہ و علوم عالیہ اسلامیہ کے امام اور شریعت و طریقت
کے جامع تھے۔ آپ کا بیحد عشق رسول علیہ السلام سے مخمور و سرشار تھا آپ
نظام مصطفیٰ کے داعی، مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کے نقیب مشرب
اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مبلغ تھے۔
حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سلسلہ اشرفیہ قادریہ میں حضرت امام العارفین
شاہ سید علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل
بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو تمام اوراد و وظائف و سلاسل اولیاء اللہ کی
اجازت و سند و خلافت عطا کی تھی اور تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور اہلسنت
جماعت کے محسن و مربی تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر عالم اسلام سوگوار
ہے آپ کی وفات کا جس شخص نے بھی سنا اس کے لبوں پر رجسہ یہ کلمہ آیا کہ
پاکستان ایک اور عاشق رسول سے محروم ہو گیا۔

محمد رضا المصطفیٰ چشتی
کوٹلی لوہاراں مغربی
سیالکوٹ

۱۵ ذیقعدہ
۱۳۹۸ھ
۱۹۷۸ع

تعارف

از شراح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ



برادر محترم محب مکرم جناب رضا المصطفیٰ صاحبِ چشتی رفاضل جامعہ نعیمیہ لاہور نے مخزنِ برکات کے نام سے میرے والدِ مکرم امام اہلسنت سید محمد شہین استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث و امیر دارالعلوم حزب الاخوان پاکستان لاہور کی مختصر سوانحِ حیات مرتب کی ہے۔ اگرچہ حضرت علیہ الرحمہ کے فضل و کمال، علم و معرفت اور جلال و جمال کے اظہار و بیان کے لئے دفترِ درکار ہے، تاہم چشتی صاحب کی یہ سعی نہ صرف یہ کہ قابلِ قدر ہے بلکہ حضرت کی سوانحِ حیات مرتب کرنے والوں کے لئے روشنی اور بنیاد کا کام دے گی۔ فقیر نے مخزنِ برکات کے بعض مقامات پڑھے ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں اور اہلسنت کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ مخزنِ برکات کی اشاعت میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سید محمود احمد رضوی

مدیر رضوان لاہور

لاہور

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء



تقریب

از محترم جناب خواجہ رضی جید نبیر حضرت وصی احمد عثمانی

سید المحدثین حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور خدمات نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کی ایک جامع سوانح عمری لکھنے کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ لیکن مولانا رضا المصطفیٰ چشتی صاحب نے نہایت چابکدستی کے ساتھ مخزن برکات کے نام سے حضرت علامہ کی سوانح قلمبند کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے مولانا رضا المصطفیٰ چشتی کی کتاب مخزن برکات یقیناً ایک معتبر اور معاصر تذکرہ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مولانا چشتی کو ایک عرصہ تک حضرت علامہ کی شخصیت کا بڑے قریب سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری کی ذات برصغیر میں عوام اہلسنت اور علماء اہلسنت کے لیے بلا تفریق حجت کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ کی سیاسی اور مذہبی خدمات ہماری تاریخ کا سنہرا باب اور عظیم سرمایہ ہیں۔ جن کا تذکرہ جہاں ایک قومی خدمت ہے وہاں کارِ ثواب بھی ہے۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ مولانا محمد رضا المصطفیٰ چشتی نے اس قومی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ احسن خدمت انجام دی اور نہایت ہی مختصر عرصہ میں مخزن برکات نامی تذکرہ مرتب کر لیا۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری سے نئی نسل کو متعارف کرانے کے لیے یہ تمام سنی

دانشوروں اور لکھنے پڑھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر حضرت علامہ کی خدمات کو تذکرہ یا مضامین کی شکل میں مرتب کر کے شائع کریں۔ تاکہ ہماری قومی تاریخ سید صاحب قبلہ کے تذکرہ سے محروم نہ رہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا محمد رضا المصطفیٰ حشتی کو مزید زور قلم اور قوتِ اظہار عطا فرمائے اور وہ اسی طرح اپنے اکابر کے تذکرہ کو عام کرنے میں قلم بدست مصروف رہیں۔

خواجہ رضی حیدر
سب ایڈیٹر روزنامہ حریت کراچی

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء
(سنی کانفرنس) ملتان





پیش لفظ

از حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

منشی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ
 استاذ المحدثین راس المحققین امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری
 رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات اور ان کی دینی ملی
 اور علمی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مغرب پاکستان میں سنت کی نشاۃ
 ثانیہ کا سہرا حضرت سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمۃ کے سر بندھتا ہے۔ ان کے بعد
 ان کے نامور لائق اور فاضل صاحبزادگان نے کمال ہمت و ذہانت سے کام کو
 آگے بڑھایا۔ حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری مغفور و مبرور نے میدان
 خطابت و سیاست میں قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا تو علامہ ابوالبرکات
 سید احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسند در کس و تدریس اور افتاء و رد و نقی
 بخشی اور اطراف و اکناف عالم کے علماء آپ کے فتاویٰ کو قدر و منزلت
 کی نگاہ سے دیکھتے اور طالبان علوم دینیہ دور و دراز کا سفر کر کے آپ کے خرمین
 فیض سے خوشہ چینی کرنے کے لیے حاضر ہوتے غرض کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت
 مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فاضل ترین شاگرد

مرید اور خلیفہ کی فتاہت کو انہوں اور بیگانوں دونوں نے تسلیم کیا اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں اور مشکلات کے وقت حضرت ابوالبرکات ہمیشہ مشکل کشا ثابت ہوئے اور کبھی کسی کو مایوسی نہیں ہوئی۔

علامہ ابوالبرکات قادری نے مسلک حقہ اہل سنت کی جو عظیم خدمات سرانجام دیں ان کے بیان کرنے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ ببل بستان رسالت حضرت مولانا محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

”اگر سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور آکر درس و تدریس

اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع نہ کرتے تو سارا پنجاب دہائی مذہب کو قبول کر لیتا“
(مفہوماً)

حضرت مولانا پیر غلام قادر اشرفی مدظلہ (لالہ موسیٰ) نے بیان کیا کہ ”تذکرۃ الاحیاء“ کے سالانہ جلسہ میں مولوی محرم علی چشتی مرحوم و معذور نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا

”حضرت مولانا غلام قادر بھروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد

اہل سنت علمی طور پر تقسیم ہو گئے تھے اور مخالفین کے سامنے اپنے کسی

عالم کا نام پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت پر اپنا یہ کرم

خاص کیا کہ حضرت سید دیدار علی شاہ اور ان کے صاحبزادوں کو لاہور

منتقل کر دیا۔ اس خاندانہ سادات الوری کی آمد سے ہمارے سر فخر

سے اونچے ہو گئے ہیں“

اس برگزیدہ خاندان کی علمی و دینی خدمات اور علمی کمالات پر مشتمل ایک مبسوط

”تذکرہ مرتب ہونا چاہئے۔ جناب رضار المصطفیٰ چشتی نے حضرت ابوالبرکات

سید احمد قادری کے مختصر حالات زندگی قلم بند کئے ہیں۔ جو ان کے جہلم شریف کے

موقع پر منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ چشتی صاحب کی یہ ابتدائی کوشش ہے۔ بلکہ

سید صاحب قبلہ کے ذی علم تلامذہ کو دعوت ہے کہ حضرت کے شایانِ شان ایک ایسی
سوانح عمری مرتب کرنی چاہتے جو جدید تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔ میرے خیال میں اس
خدمت کو باحسن وجہ جو شخصیت سرانجام دے سکتی ہے۔ وہ مولانا علامہ سید محمد واجد
رضوی مدظلہ کی ذات گرامی ہے۔

لاہور

۱۸ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

محرموسیٰ عفی عنہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوانحی خاکہ

سید ابوالبرکات نور اللہ مرقطہ

۱۳

هج

۹۸



ابوالبرکات میرزا عیسیٰ حیات

۱۳

هج

۹۸

رضک المصطفیٰ چشتی

مفتی اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالبرکات سید محمد قادری ^{قدس سرہ}

۱۳۹۸ھ
۶۱۹۷۸

۱۳۱۳ھ
۶۱۸۹۶

ہندوستان کی مشہور ریاست الوری میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگ وار
امام المحدثین سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین اور صاحب
سلسلہ بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم کے دارالعلوم قوت الاسلام
ریاست الوری میں حاصل کی اس وقت دارالعلوم میں مولانا عبدالکریم مولانا ظہور اللہ حضرت
پُر دل خان مدرسین تھے۔ اس کے بعد آپ نے مولانا ارشاد حسین رامپوری مفتی زین الدین
مولانا افضل خاں، تاضی امراؤ علی، مفتی سعد اللہ خاں، مفتی لطف اللہ خاں رامپوری اور مولانا
صوفی عبدالقیوم سے بقیہ درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین
مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ اہل سنت و جماعت مراد آبادی میں داخلہ لیا اور درس
نظامی کی آخری موقوف علیہ کتابیں پڑھیں۔ بعد میں اس دارالعلوم کا نام قبلہ سید صاحب کی تحریک
پر ۱۳۵۲ھ ہجری میں جامعہ نعیمیہ رکھا گیا۔ جو ہندوستان میں اہل سنت کی معروف دینی درس گاہ
ہے۔ سنیوں کے تاریخی رسالہ السواد الاعظم مراد آباد کا پہلا شمارہ آپ ہی کی نگرانی و نظامت
میں شائع ہوا۔ پھر آپ نے اپنے والد مکرم کے پاس آگرہ میں دورہ حدیث کی کتابیں مکمل
پڑھیں اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ان دنوں آگرہ علم و سیاست کا مرکز تھا۔

۱۳۳۷ھ میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور
۶۱۹۱۸

اپنے والد گرامی کی معیت میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)
کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے عظیم باپ اور عظیم بیٹے دونوں کو تمام
علوم عالیہ اسلامیہ درس نظامی قرآن حدیث فقہ تفسیر و اصول اور تمام اعمال و اذکار سلاسل اولیا

خصوصاً سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اپنے دستِ خاص سے سندِ خلافت لکھ کر عطا فرمائی۔ استاد گرامی صدر الان فاضل

اور والد محترم مولانا سید دیدار علی شاہ تو واپس آگئے اور حضرت علامہ ابوالبرکات اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی خدمت اقدس میں ٹھہر گئے۔ تقریباً پونے دو سال امام اہلسنت کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور فیوض روحانی کا اکتساب کیا۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول کی طباعت شروع تھی۔ اعلیٰ حضرت نے علامہ سید ابوالبرکات کو اس کی

طباعت اور تصحیح کا نگران مقرر کیا۔ اور بہارِ شریعت کے پہلے تین حصے بھی آپ نے ابوالعلائی پرپس آگرہ میں طبع کرائے۔ ۱۳۳۸ھ میں جب کہ تحریکِ خلافت زوروں پر تھی۔ ندوہ کے اثرات بڑھ رہے تھے۔ ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالمجید بدایونی مولانا فاخرالہ آبادی، وغیرہ علماء خلافت کے پلیٹ فارم پر ہندو مسلم اتحاد کے لیے تقریریں کر رہے تھے۔ مگر مولانا سید دیدار علی شاہ مفتی آگرہ اور علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد

قادری اور علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری چونکہ دو قومی نظریہ کے حامی تھے اور ہندو مسلم اتحاد کو شرعاً ناجائز سمجھتے تھے۔ اس لیے یہ حضرات خلافت کمیٹی اور کانگریس کی مخالفت

میں جیسے کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مولانا سید دیدار علی شاہ کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور پنجاب میں آپ کے دینی اور سیاسی نظریات کی حمایت کرنے والے مشائخ کرام

میں سے امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور سرتاج اولیاء حضرت سید پیر مہر علی شاہ حشتی فاضل گولڑوی پیش پیش تھے۔ لاہور کے دینی علمی اور سیاسی حلقوں نے سید المحدثین

سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی اور حق پسندی کے پیش نظر آپ کو لاہور میں جلسوں میں تقریر کرنے کی دعوت دی۔ حضرت محدث الوری نے پنجاب کے دل لاہور میں مؤثر اور

مدلل تقریریں فرما کر ذہنوں کو ایک جلا بخشا۔ چنانچہ یہاں کے عوام و خواص کے اصرار پر آپ

آگرہ چھوڑ کر ۱۳۳۹ھ میں لاہور تشریف لے آئے اور حضرت علامہ سید ابوالبرکات ان کی

جگہ آگرہ کی جامع مسجد کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ کے والد گرامی نے لاہور

ہیں جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کے لیے آپ کو طلب فرمایا۔
 چنانچہ آپ ۱۳۴۲ھ میں لاہور آئے۔ جامع مسجد داتا گنج بخش کی خطابت کے دوران مولانا محرم علی
 چشتی سید محمد امین اندرابی اور خلیفہ مولوی تاج دین کے مشورے سے آپ کو مسجد وزیر خان
 میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے مقرر کیا گیا مسجد وزیر خان میں ان دنوں مولانا سید دیدار علی
 شاہ خطابت فرماتے تھے۔ قبلہ سید صاحب کی قابلیت اور علم و فضل کی شہرت سارے پنجاب
 میں بہت جلد پھیل گئی اور طالبان علوم دینیہ بکثرت لاہور پہنچنے لگے۔ ۱۳۴۳ھ میں حجاز مقدس
 میں نجدیوں نے فوج کشی کے دوران حرمین شریفین میں بہت سے مقامات مقدسہ اور
 مزارات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو شہید کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مفتی اعظم علامہ
 ابوالبرکات نے پنجاب میں اس کے خلاف ایک تحریک چلائی اور مقامات مقدسہ کے احترام
 کے بارے میں کئی کتابچے تحریر فرمائے جو انجمن حزب الاحناف کی طرف سے شائع کئے گئے۔
 انہیں ایام میں ملک میں ہندوؤں کی طرف سے فتنہ ارتداد یعنی شذھی کی تحریک شروع کی گئی
 اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو معاذ اللہ مرتد کرنے کے لیے بڑا وسیع پروگرام بنایا تو حضرت
 صدر الافاضل سید محمد نسیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مراد آباد میں ایک اسلامی تبلیغی
 مرکز قائم کیا اور علامہ سید ابوالبرکات صاحب اور امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری
 نے پنجاب میں ایک تبلیغی مرکز بنایا اور آریہ سماجیوں کے خلاف مبلغین تیار کئے۔ جب کہ ہندو مسلم
 اتحاد کا غلغلہ بلند کرنے والے منفار زریہ پر تھے۔ اس وقت حضور مفتی اعظم قبلہ سید صاحب اور
 ان کے بزرگوں نے استقامت کی راہ ترک نہ کی پوری قوت سے اس فتنے کا سدباب کیا اسی سلسلے
 میں آپ پر خنجر سے حملہ بھی کیا گیا گردن مبارک پر چھ اپنچ لمبا زخم ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ
 رکھا۔ مسجد وزیر خان میں درس نظامیہ کا سلسلہ ۱۳۴۳ھ ہی میں شروع ہو گیا تھا اور حضرت سید
 صاحب درس نظامی کی تدریس کے فرائض احسن وجوہ انجام دے رہے تھے۔ انجمن حزب الاحناف
 ہند لاہور کے نام سے یہ مدرسہ پنجاب میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا جس کی بنیاد حضرت امام اہلسنت

مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے ۱۳۴۱ھ میں لکھی
تھی۔ ۱۳۴۱ھ اکتوبر ۱۹۲۶ء کی مجلس مشاورت میں اس مدرسہ کو ایک عظیم دارالعلوم کی شکل دی گئی،
اور اس کے دائرہ کار کو وسیع کر دیا گیا۔ اسی سال ۱۳۴۵ھ میں حضرت سید صاحب نے لوکوورکشاپ
لاہور میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ یہاں آپ نے باون سال مسلسل خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ جمعہ میں
ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ ورکشاپ کے ملازمین کے علاوہ شہر سے بھی کثیر تعداد میں مسلمان آپ
کا خطبہ جمعہ سننے کے لیے وہاں جمع ہوتے۔ خطبہ جمعہ اتنا موثر ہوتا کہ سینکڑوں غیر مسلموں نے
آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت
کا آپ نے ایک معیار قائم فرمایا۔ مسجد وزیر خان کا وسیع صحن علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس کا مرکز
بن گیا۔ طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافے کی وجہ سے اور بعض ”مصالح“ کی بناء پر مسجد وزیر خان
کے اس وقت کے متولی مرزا ظفر علی نج نے اختلاف شروع کر دیا۔ چنانچہ سید المجد نہیں حضرت مولانا
سید دیدار علی شاہ محدث الوری نے مسجد کی خطابت سے استعفیٰ دے دیا مرکزی انجمن حزب الاحناف
کا ایک مشاورتی جلسہ حضرت مولانا محرم علی چشتی کے مکان پر بروز اتوار ۲۷ فروری ۱۳۴۶ھ کو ہوا
جس میں فیصلہ کیا گیا:-

”حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے مذہبی وجوہات کی بناء پر مسجد وزیر خان
کے تعلقات سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور مولانا اپنے وطن مالوت کر جاتے کا
ارادہ رکھتے ہیں اور ان کے تشریف لے جانے سے نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب میں
حقّی جماعت کو نقصان عظیم پہنچے گا اندیشہ ہے۔ لہذا مولانا سے درخواست کی جائے
کہ وہ سر دست اپنے ارادہ روائگی کا التواء فرمائیں اور دارالعلوم مرکزی انجمن
حزب الاحناف میں درس حدیث کے فرائض بدستور ادا فرماتے رہیں۔“

چنانچہ حضرت محدث الوری نے احباب کی اس درخواست کو قبول فرمایا اور تبلیغ و اشاعت
دین میں مشغول ہو گئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا ابتدائی دور بڑی بے سرو سامانی کا تھا۔ مسجد وزیر خان

سے نکل کر لٹا بازار اور پھر وہاں سے یکی دروازہ پھر دانی انگہ کی مسجد اور بعد ازاں مانی لاڈو کی مسجد میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بالآخر اندرون دہلی دروازہ شیر شاہ سوری کے زمانے کی تعمیر شدہ تین گنبدوں والی مسجد دارالعلوم کے لیے منتخب کی گئی۔ یہ مسجد غیر آباد تھی، اس کی صفائی اور مرمت کی گئی۔ سب سے پہلے امیر ملت سید جماعت علی محدث علی پوری نے پانچ سو روپیہ مسجد اور دارالعلوم پر خرچ کیا اور بہت تھوڑی مدت میں دارالعلوم نہایت عروج پر پہنچ گیا آپ کے علاوہ آپ کے والد محترم حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ مولانا عبدالقیوم اور مولانا عبدالحنان جیسے قابل حضرات شریک تدریس تھے۔ سب سے پہلے جلسہ دستار فضیلت میں پاک و ہند کے نامور مشاہیر علماء کرام و مشائخ عظام جن میں سے صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی حجتہ الاسلام شہزادہ اعلم حضرت مولانا حامد رضا خان، مولانا عبدالعزیز خان محدث، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خان، آفتاب چشتیاں، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی مخدوم صدر الدین ملتانی، فقہیہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی، شیخ القرآن، امام الدین قادری، مولانا مسعود حسین خطیب شاہی مسجد لاہور اور امیر ملت سید جماعت علی محدث علی پوری رونق افروز ہوئے۔ اس جلسے نے پنجاب بھر میں دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ ملک کے اطراف و اکناف سے بے شمار طلباء جمع ہونے لگے اور آگے چل کر دارالعلوم حزب الاحناف نے بڑے بڑے محدث و مفسر فقہیہ اور مبلغ تیار کئے جو آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے جن میں استاذ العلماء مولانا محمد مہر الدین قاضی، سراج احمد مرحوم، مولانا سید محمد علی رضوی مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، مولانا غلام دین مرحوم، علامہ عبدالجلیل ہزاروی مرحوم، مولانا حافظ مظہر الدین رمداسی فقہیہ اعظم، مولانا محمد نور اللہ بصیر لوہری، مولانا عبدالعزیز مرحوم منڈی بورہوالہ شیخ الحدیث محمد عبداللہ قصوری، حافظ محمد عالم سیالکوٹی، مولانا محمد تازہ گل کابلی، شیخ القرآن، مولانا غلام علی ادکاڑی، مولانا محبوب علی خان بٹلی بھٹتی مرحوم، مولانا غلام ربانی چشتی لالہ موسیٰ، زینت القراء قاری غلام رسول، علامہ ابوالبیان الہی بخش، مولانا غلام مہر علی چشتیاں شریف،

حضرت پیر جان غلام نازک خلیف الرشید حضرت مولانا محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام ربانی، ہذا سی نہایت معروف اور ممتاز ہیں اور اپنی تعلیمی تدریسی اور تبلیغی و سیاسی خدمات کی وجہ سے ارض پاکستان پر بلند پایہ شہرت و عزت کے حامل ہیں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری برصغیر پاک و ہند میں خاندان شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی سے نہایت قریبی علمی تعلق رکھنے والے علماء میں سے آخری مرد جلیل تھے۔ آپ کے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مابین صرف دو واسطے تھے۔ یعنی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی سے اور انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی اور سلسلہ طریقت میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و مجاز تھے۔ اسی نسبت سے آپ اور آپ کے مریدین اپنے آپ کو اشرفی بھی لکھتے ہیں۔

۱۳۴۹ھ میں شادوا ایکٹ کا فتنہ اٹھا جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ اس ایکٹ کے نفاذ پر آپ نے اس کے خلاف ہم چلائی اور متعدد نابالغوں کے نکاح پڑھائے۔

۶۱۹۳۰
پاک و ہند کے علماء و مشائخ نے آپ کی پر زور تائید و حمایت کی۔

چنانچہ قبلہ سید صاحب نے علماء کے ایک وفد کے ساتھ جناب محمد علی جناح اور دوسرے مسلم مہبران کو نسل سے دہلی میں ملاقات کی اور انہیں اس مسئلہ کی نوعیت سے صحیح طور پر آگاہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں مجبوراً گورنمنٹ کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی، انہی دنوں شاتم رسول راج پال نے بدنام زمانہ کتاب ”رنگیلا رسول“ شائع کی جس میں بارگاہ سرور کو تین صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت گستاخیاں کیں۔ لاہور کے ایک نوجوان علم الدین جو حضرت سید صاحب کے درس میں شامل ہو کر تھے اور سید صاحب قبلہ کے درس میں تعظیم اور احترام رسالت مآب کی خصوصی تلقین کی جاتی تھی اور گستاخان رسول کی مذمت کی جاتی تھی علم دین نے حضرت کے درس و تدریس اور مواظبت سے متاثر ہو کر راج پال کو واصل جہنم کر دیا۔ یہی نوجوان غازی علم دین شہید کے نام سے مشہور ہوا، جناب غلام دستگیر صاحب نامی نے اپنی کتاب ”غازی علم دین“ میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے کہا کہ غازی شہید

کا جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ پڑھائیں؛ اس کے علاوہ آپ اپنے والد گرامی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بھی مجاز تھے۔

۱۳۵۳ھ میں امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ کا وصال ہو گیا اور ان کے چہلم سے ۶۱۹۳۵ فارغ ہو کر اپنے استاد مکرم صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اور دیگر علماء اہلسنت کی معیت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر لوٹے اور واپس تشریف لا کر خدمت دین میں مصروف و منہمک ہو گئے۔ اسی دوران مسجد شہید گنج کی تحریک زور شور سے چلی تو حضرت امیر ملت علی پوری مولانا ابوالحسنات، سید محمد احمد قادری اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسجد کی واگزاری کے لیے نہایت جدوجہد کی، مگر انگریز کی اسلام دشمنی اور مجلس احرار کی سازش اور غداری کی وجہ سے یہ مسجد شہید کر دی گئی اور شومئی قسمت سے آج تک اس پر سکھوں کا قبضہ ہے۔ حالانکہ اس تحریک میں مسجد واگزاری کے لیے بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، خدا وہ وقت لائے کہ یہ مسجد مسلمانوں کی تحویل میں آئے اور خانہ خدا عبادت سے معمور ہو۔

۱۳۵۹ھ میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی اور کانگریس اور احراری علماء نے ہندوؤں سے مل کر دو قومی نظریہ کی شدید مخالفت کی یہاں تک کہ ایک احراری لیڈر نے اپنے جلسوں میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پے بھی بتا سکے؛ ان کے مقابل علماء اہل مشائخ اہل سنت نے نظریہ پاکستان کی پرزور حمایت کی۔ السواد الاعظم مراد آبادی نے زبردست حمایت کی ۱۳۶۶ھ میں بنارس میں آل انڈیائی کانفرنس جو برصغیر کی تاریخ میں ایک عظیم اور مثالی کانفرنس تھی منعقد ہوئی جس میں ہزاروں علماء اور مشائخ نے شمولیت کی۔ علامہ ابوالبرکات اور ان کے ہم مسلک علماء شروع سے ہی دو قومی نظریہ کے علم بردار اور اس سے پہلے ہمیشہ تحریک و تقریر

میں ہندو مسلم اتحاد کی شدید مخالفت کرتے رہتے تھے۔ اس کانفرنس میں نہایت شان و شوکت سے شریک ہوئے اور تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کئے جس کے نتیجے میں بفضل اینروی پاکستان معرض وجود میں آیا۔

۱۳۶۸ھ پاکستان بننے کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا نام جمعیت علماء ہند کے مقابلہ میں جمعیت علماء پاکستان رکھا اور انوار علوم ملتان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جمعیت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس اجلاس میں علامہ ابوالحسنات اور علامہ ابوالبرکات اور محدث پاکستان مولانا سر دار احمد لائل پوری، علامہ عبدالغفور ہزاروی، پیر عبدالرحیم بھرچوٹھی شریف، علامہ سید احمد سعید کاظمی پیر امین الحسنات آف مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی شیخ القرآن، مولانا غلام علی اوکاڑوی مولانا مفتی احمد یار خاں گجراتی اور دیگر علمائے کرام شریک تھے۔ اور بالاتفاق علامہ ابوالحسنات کو جمعیت کا صدر اول منتخب کیا گیا۔ سن اڑتالیس ہی میں جب تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تو علامہ ابوالحسنات اور علامہ ابوالبرکات نے سب سے پہلے اس تحریک کی حمایت کی اور اس جہاد کو اسلامی جہاد قرار دیا۔ جب کہ مودودی صاحب نے فتویٰ دیا کہ جہاد کشمیر اسلامی نہیں ہے۔ سید صاحب نے علامہ ابوالحسنات کی معیت میں دیگر مکاتب فکر علماء سے جہاد کشمیر کے حق میں دستخط کرائے اور پبلک جلسوں میں مجاہدین کے لیے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی۔ موچی گیٹ میں ایک عظیم الشان کشمیر کانفرنس منعقد کی گئی جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے لاکھوں روپوں کا سامان جمع کیا گیا۔ علامہ ابوالحسنات جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ خود محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور مجاہدین میں وہ سامان اور نقد روپیہ تقسیم کیا اور اس کے بعد بھی لاکھوں روپیہ چندہ اکٹھا کر کے ارسال فرمایا۔ انہیں خدمات کی بدولت علامہ ابوالحسنات کو غازی کشمیر کا خطاب دیا گیا۔

۱۳۶۹ھ میں پہلی دستور ساز اسمبلی نے جو قرار داد مقاصد پیش کی تھی اس میں بھی ان دونوں مجاہدوں کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے عوام و خواص کے دلوں پر یہ بات اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے نقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر

کیا تھا۔ لہذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیادوں پر ہی مرتب ہونا چاہیے

۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ اس میں بھی ان دونوں بھائیوں اور ان کے ہم مسلک علماء اور متعلقین نے بہت زیادہ حصہ لیا۔ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کو تمام مکاتیب فکر کے علماء نے مجلس عمل کا صدر منتخب کیا اور اسی قیادت کے دوران علامہ ابوالحسنات اور دیگر علماء کرام کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جیلوں میں ایک سال تک پابند قید و سلاسل رہے۔ علامہ ابوالحسنات کے اکلوتے صاحبزادے مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری کو پہلے سزائے موت سنائی گئی۔ پھر اس کو بدل کر چودہ سال قید بامشقت کا حکم سنایا گیا۔ الغرض اس سخت امتحان میں بھی دونوں بھائیوں نے نہایت استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ اگرچہ علامہ ابوالبرکات گرفتار نہیں ہوئے۔ مگر انہیں کیا یہ قلق کم تھا کہ بھائی اور بھتیجے کے علاوہ سیکڑوں شاگرد جیل کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے۔

۱۳۸۵ھ میں علماء اہلسنت کا ایک وفد جنگ سمیر کے بند ہو جانے کے بعد لاہور میں فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خاں مرحوم سے ملا جس کی قیادت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری نے کی۔ علماء کی گفتگو کے بعد جنرل محمد ایوب خاں نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی سید صاحب نے ہاتھ اٹھائے اور چند دعائیہ کلمات فرماتے ہوئے بعد جنرل ایوب خاں کو مخاطب کرتے ہوئے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مطالبہ کیا اور صدر ایوب خاں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”دعا کیا کروں آپ نے عائلی آرڈی ننس نافذ کیا ہے جس کی متعدد دفعات

قرآنی آیات کے صریح خلاف ہیں۔ آپ ان کو فی الفور منسوخ کریں، اور

اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ آپ نے شائستری کی ارٹھی کو کندھا دیا۔ ایک مشرک کے

کے ساتھ ایسا برتاؤ کب جائز ہے“

اس پر صدر جنرل ایوب خاں نے عائلی آرڈیننس میں شریعت کے مطابق ترمیم کا وعدہ کیا

اور شائستگی کی ارتقی کو کندھا دینے کے متعلق کہا۔ ”یہ ایک رسمی چیز تھی مجھے مجبوراً شریک ہونا پڑا“
اس کے بعد حضرت مفتی اعظم قبلہ سید صاحب نے دعا فرمائی۔

”ابھی صدر محمد ایوب خان اور ارباب حکومت کو پاکستان میں نظام مصطفیٰ علیہ السلام کو عملی طور پر جاری کرنے کی توفیق عطا فرما اور پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھ“

اس ملاقات میں ان کے نامور صاحبزادہ علامہ سید محمود احمد رضوی اور دیگر علمائے اہلسنت بھی شریک تھے۔ سید صاحب کی حق گوئی اور اعلائے کلمۃ الحق کا یہ عالم تھا کہ ایوبی دور حکومت میں ڈاکٹر فضل الرحمان کے خلاف تاریخی فتویٰ دیا جس کے نتیجے میں تحریک شروع ہوئی، اور آخر الامر جنرل محمد ایوب خان نے ڈاکٹر فضل الرحمن کو چھٹی دینے میں عافیت سمجھی۔ سید صاحب علیہ الرحمہ نے عائلی آرڈیمنس میں شریعت کے مطابق ترمیم کا مسودہ مرتب کر کے صدر ایوب خاں کو بھیج دیا۔

۱۳۸۹ آپ کو سواد اعظم اہلسنت میں وہ مرکزیت اور مقبولیت حاصل تھی کہ جب کبھی علماء میں ٹھوڑا بہت اختلاف و انتشار ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے نام پر سب لوگ بلا کسی حجت اور لیت و عل سے جمع ہو جاتے۔ چنانچہ غازی کشمیر علامہ ابوالحسن سید محمد احمد قادری کے انتقال کے بعد جمعیت علماء پاکستان دھڑے بندیوں کا شکار ہو گئی تھی اور لادیتی تحریکیں عروج پر تھیں اور حقوق اہلسنت پامال ہو رہے تھے۔ علامہ غلام مہر علی چشتی گولڑوی اور شیخ القرآن مولانا غلام علی ابوکاڑوی نے بعض دیگر احباب اہل سنت کی میست میں مفتی اعظم پاکستان کی خدمت میں پرورد درخواست کی کہ تمام سُنی علماء آپ کی دعوت پر جمع ہو سکتے ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ ان کو دعوت دیجئے تاکہ انتشار ختم ہو اور سواد اعظم اہل سنت صحیح طور پر منظم ہو جائیں۔ آپ نے اس درخواست کو شرف قبول بخشا اور تمام علماء مشائخ اور علماء اہل سنت کو مدعو فرمایا اور دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اور آپ کی برکت اور جدوجہد سے تمام دھڑے بندیاں ختم ہو گئیں۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کو مجلس عمل

جمعیت العلماء پاکستان کا کنوینر مقرر کیا گیا۔ جمعیت کا ایک منشور تیار کیا گیا جس میں نظام مصطفیٰ کے قیام اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کو جمعیت کے منشور کا بنیادی نکتہ قرار دیا اور جمعیت کو عملی سیاست میں حصہ لینے کی پالیسی پہلی مرتبہ متعین کی گئی۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کی مخلصانہ اور مجاہدانہ محنتوں سے جمعیت العلماء پاکستان ایک باوقار اور فعال جماعت کی حیثیت میں سرگرم عمل ہوئی۔

۱۳۹۰ھ میں نیشنل عوامی لیگ کے سربراہ بھاشانی نے دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں ملک بھر کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے رد عمل میں ٹوبہ میں آل پاکستان سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی جس کا انتظام و انصرام قبلہ سید صاحب کے فرزند ارجمند علامہ سید محمود احمد رضوی نے کیا۔ علامہ صاحب کی رہنمائی میں شیخ القرآن، مولانا غلام علی اوکاڑوی نے تمام ملک کا وسیع دورہ کیا اور تمام علماء و مشائخ اہل سنت کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔ ٹوبہ کا یہ اجتماع نہایت بے مثال پر شکوہ تھا۔ اسی اجتماع میں جمعیت کا انتخاب ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین صاحب چشتی سیالوی صدر اور حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا اور ان ہردو حضرات نے اپنے تبلیغی دوروں سے سُنیت میں تازہ روح پھونک دی جس کے نتیجے میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں دوسری قدیم سیاسی پارٹیوں کے مقابلوں میں قابل قدر اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جس کی بدولت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحبان جیسے مخلص اور قابل نمائندے اسمبلی میں پہنچے۔

—————

جنہوں نے اسمبلی میں پہنچ کر اسلامی دفعات کے پاس کرانے میں اور انہیں آئین میں شامل کرانے کے لیے وہ عظیم جدوجہد فرمائی جس سے اسمبلی کا ریکارڈ اور تمام ملت گواہ ہے۔



۱۹۷۴ء میں جب مرزا قادیانی کی ناپاک ذریت نے مسلمانان پاکستان کی غیرت کو لٹکارا تو ناموس رسالت کی حفاظت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب کے ارشاد سے حزب الاحناف کے علماء اور طلبہ نے سرگرمی سے تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ آل پاکستان مجلس عمل قائم ہوئی جس کا سیکرٹری جنرل مفتی اعظم پاکستان کے صاحبزادہ علامہ سید محمود احمد رضوی کو چنا گیا۔ اس سلسلے میں علامہ رضوی نے تحفظ ناموس رسالت کے لیے ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا۔ سیکڑوں جلسوں سے خطاب کیا۔ علامہ رضوی اور شیخ القرآن اوکاڑوی اور حزب الاحناف کے فارغ شدہ دیگر علماء پر چھوٹے مقدمے قائم کئے گئے اور انہیں محض سیاسی انتقام کے لیے جیلوں میں ٹھونسایا گیا۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان اور ان کے خدام کا یہ عظیم کارنامہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے جس سے تمام ملت اسلامیہ آگاہ ہے۔ بالآخر مسلمانوں کی متحدہ کوشش اور قربانی کے نتیجے میں قادیانی مسئلہ حل ہوا اور اسمبلی میں قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی نے قرارداد پیش کی جس کو بالاتفاق پاس کر لیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کا یہ دیرینہ مطالبہ منظور کر لیا گیا اور ختم نبوت کے منکر لاسواری اور قادیانی مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔

۱۹۷۶-۷۷ء حضرت سید صاحب کی ہدایت اور ارشاد کے مطابق حضرت کے خدام اور

تلامذہ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں نہایت بھرپور حصہ لیا۔ جیلوں میں گئے مایں کھائیں طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے مگر بفضلہ تعالیٰ اپنے موقف پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آمر و جابر اور ظالم حکمران سے نجات عطا فرمائی اور ضرورت اور مجبوری

ہم کے ماتحت ملک میں مارشل لا نافذ ہوا۔ ہم اللہ تعالیٰ دعا کرتے ہیں کہ رب کعبہ اور حضور علیہ اسلام بزرگان دین کے وسیلہ جمیلہ سے فوجی حکمرانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ بلا تاخیر فوری طور پر ملک میں مکمل نظام مصطفیٰ نافذ کر دیں تاکہ قوم کا اعتماد فوج پر بحال رہے اور قومی و ملی عظیم قربانیاں رائیگاں نہ ہوں۔

۱۳۹۸ھ آپ برصغیر پاک و ہند میں اپنے دور کے بہت بڑے مختصر محدث، اصولی، اور فقہ تھے۔ اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اتباع سنت اور مسلک میں اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کے مظہر اتم تھے۔ آپ کے فتویٰ اور تحریروں پر اعلیٰ حضرت کے طرز فکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ اگر کوئی شخص اعلیٰ حضرت اور سید صاحب کی تحریر اور فتویٰ کو ملا کر دیکھے تو یہ امتیاز مشکل تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر کونسی ہے، اور سید صاحب کی کونسی جن حضرات نے ان دو عظیم ہستیوں کے فتویٰ دیکھے ہیں۔ ان پر یہ حقیقت بالکل واضح اور منکشف ہے۔ درس و تدریس اور تقریر تبلیغ میں بھی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی اور آئمہ اسلام اور فقہائے عظام کی آگاہی سے اعلیٰ حضرت ہی کے اصول کے مطابق استدلال فرماتے تھے۔ کلام مختصر اور نہایت جامع فصاحت و بلاغت سے مشہور و مملو ہوتا تھا۔ صحت اور جوانی کے عالم میں گھنٹوں نہایت قوت بیانی کے ساتھ خطاب فرماتے تھے۔ مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کے دلائل اور مخالفین بد مذہب اور ملحدوں کے اعتراضات اور اشکالات کا جواب ایسے مدلل انداز میں دیتے تھے کہ صاحب عقل سلیم کو تسلیم کے سوا چارہ نہیں تھا۔ بیان میں متانت اور سنجیدگی ہوتی تقریر تو درکنار خلوت میں بھی مخالفین کے خلاف کوئی ناشائستہ کلمہ اور ناجائز جملہ آپ کی زبان پر نہیں آتا تھا۔ خلیق حلیم ملتسا اور روادار ہونے کے باوجود کلمہ حق کے کہنے سے کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ عقائد و نظریات کے علاوہ اپنے مریدین و متعلقین اور تلامذہ کو اتباع شریعت کی انتہائی تاکید و تلقین فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت ایک سال سے علیل تھی۔ لاہور کے معروف ترین ڈاکٹروں اور طبیبوں سے علاج کروایا گیا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور مرض

بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نہایت کمزور اور صاحب فراش ہو گئے۔ مگر اس کمزوری اور ناتوانی کے عالم میں آپ نے کبھی نماز قضا نہ کی۔ بیٹھے کھڑے جس طرح ممکن ہوا حکم شریعت کے مطابق نماز ادا فرماتے رہے۔ اتباع شریعت میں اس کوہ استقامت کا یہ عالم تھا کہ صحت و عافیت کی حالت میں نہ صرف یہ کہ خود مسجد میں تشریف لا کر نماز باجماعت قائم کرتے بلکہ اپنے چھوٹے پوتوں اور نواسوں کو بھی ساتھ لے جاتے اور بعض اوقات کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نہ پہنچ سکے، تو اپنے کمرے میں ہی بچوں اور حاضرین کو ساتھ لے کر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے۔ صبر و استقلال کے ایسے پیکر کہ شدید بیماری کی حالت میں کبھی اُٹ تک بھی زبان پر نہ آئی۔ ذکر و فکر کے ایسے پابند کہ شدت مرض میں بھی کلمہ شریف اور درود شریف کا ذکر جاری رہتا اور حاضرین کو بھی درود پاک پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حتیٰ کہ آخری لمحات میں بھی آپ کی زبان مبارک سے یاجی یا قیوم سُنا گیا اور آخر مورخہ ۲۴ شوال ۱۳۹۸ھ بروز اتوار ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بمجر ۷ منٹ پر قبل نماز عصر عظیم روحانی پیشوا سراج اہل تقویٰ امام المحدثین حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ ہم سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ و دو صاحبزادیاں یمن صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی، سید حبیب احمد رضوی اور مولانا سید مسعود احمد رضوی چھوڑے ہیں جو کہ علم و فضل میں اپنے خاندان کے صحیح جانشین اور وارث ہیں۔ حضرت سید صاحب ایک بین الاقوامی شخصیت تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ بھی بہت وسیع ہے ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد بھی بہت وسیع ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے تلامذہ و ارادت مند آپ کی مکمل سوانح حیات مرتب کرنے میں عملی قدم اٹھائیں اور آپ کی سیرت علم و فضل اور دینی و ملی خدمات سے متعلق انہیں جو معلومات بھی ہوں، انہیں قلمبند کر کے علامہ سید محمود احمد رضوی کو ارسال کریں تاکہ آپ کی شایان شان سوانح حیات مرتب کی جاسکے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آخری لمحت



ابوالبرکات بہار گلشن وصال

۱۳

ھ

۹۸

سعادت کو بین سید ابوالبرکات

۱۳

ھ

۹۸

سید ابوالبرکات ملکی صفات

۱۳

ھ

۹۸



سراج اہل تقویٰ حضرت مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ
 علیہ سلسلہ طریقت کے آبدار موقی، مسک کی پختگی کے کوہ گراں، حسن ایمان، تحسین
 دین اور جوہر اور اک کے عکاس تھے، ان کی چشم حق نگر کے باعث ایسے ایسے عالمی
 مراحل دنوں میں طے کئے جاتے تھے کہ عقل و فکر و ربط حیرت میں رہتے تھے آپ
 ایک عارف کی طرح زندگی کا مفہوم واضح کرتے اور ایک دانائے راز کی طرح انسانی
 کے نام مثبت اور امید افزا پیغام دیتے تھے۔ سینکڑوں علماء اور لاکھوں شمع توحید
 رسالت کے پروانوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ نگارہ ابوالبرکات سے
 بے ریا زندگی پاک و مطہر گردار بے غرض خلوص صاف ستھرا باطن بے ضرر وجود
 کانٹوں سے پاک زبان آتشک جذبہ خدمت اسلام کا درس ملتا تھا۔ میں بجا طو
 پر محسوس کرتا ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ سیدی و سندی کے احسانات دنیائے
 علم و عرفان پر اس قدر زیادہ تھے کہ اگر آپ کے سارے تلامذہ اپنی ساری
 زندگی ان کا شکریہ ادا کرنے پر لگا دیں تو بھی کبھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ
 ساری زندگی علم و فضل کی قندیلیں ہی روشن کرتے رہے ان قندیلوں کی روشنی
 نہ صرف خواہیں تک پہنچی بلکہ عام خلق خدا بھی ان سے فیض یاب ہو رہی ہے۔
 ان کا دیکھنا ان کے پاس بیٹھنا اور ان کا کلام حق سنا ایک ابدی و سرمدی ستریں
 تھیں جنت کے ثواب تھے حجت کے لطیف چشمے دل کے لالہ زاروں سے
 پھوٹتے تھے، نور ایمان کی چاشنی، لذت اور سوز و گداز عشق اور احترام مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ! اللہ کیا نہیں ملتا تھا ان کے حضور سے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ

وہ جدھر گزے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

راقم الحروف مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں میرا کسی ایک

شہر میں قیام نہ رہا۔ کبھی ضروریات زندگی وطن عزیز کو ٹہلی لوہاراں مغربی میں لے جاتیں اور کبھی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں شہر بہ شہر پھرنا پڑتا۔ بیس رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کو پشاور سے لاہور آیا اور مفتی اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضری دی۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ قسمت مجھے لاہور اس لئے لاتی ہے کہ میں قبلہ سید صاحب کے آخری ایام ان کے قریب گزاروں اور حتی المقدور ان کی جان و دل سے خدمت کروں و احسرتاً! آپ کے آخری ایام کے واقعات صفحہ قرطاس پر لاتا ہوں کہ عوام الناس ان کو مشعل راہ بتائیں کہ کس طرح آپ نے بیماری میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی فرماتے ہوئے استقامت کے ساتھ نماز ادا کی اور صبر و ہمت کے ساتھ اپنی بیماری کے ایام کو گزارا سخت تکلیف کے باوجود بھی زبان پر ہائے اور واسے کی بجائے اللہ! اللہ اور یا حی یا قیوم کی مقدس صدائیں رہیں۔ ذرا افاقہ ہوتا تو درود و سلام سے روحانی سکون حاصل کرتے اس تکلیف میں بھی اجاب اور اعزہ کا کٹنا خیال تھا کہ ہر ایک سے ان کی عافیت دریافت فرماتے ماہنامہ رمضان مصطفیٰ، گوجرانوالہ کے ایڈیٹر مولانا محمد حفیظ نیازی کہتے ہیں کہ رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے پاس تشریف فرما تھے سلام عرض کیا۔ فرمایا: کون؟ علامہ رضوی نے عرض کیا: حضور محمد حفیظ، فرمایا: کون محمد حفیظ؟ علامہ رضوی گویا ہوئے: محمد حفیظ گوجرانوالہ سے۔ فرمایا: رضائے مصطفیٰ واسے؟ میں نے عرض کیا: جی حضور! فرمایا: مولانا محمد صادق صاحب کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: حضور خیریت سے ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔ فرمایا: تشریف رکھئے عرض کیا: صرف آپ کی زیارت مطلوب تھی اجازت چاہتا ہوں۔

قاضی مظفر اقبال رضوی کہتے ہیں کہ میرے دوست محمد بشیر جو کہ واپڈا میں ملازم ہیں۔ پندرہ رمضان کو میرے پاس آئے اور کہا مجھے حزب البحر کی اجازت چاہئے آپ کے والد حضرت مفتی غلام جان ہزاروی دے دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں حضرت سید صاحب قبلہ کے

حضورے چلتا ہوں، ان سے عرض کریں گے چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے مزارع
پرسی کے بعد مدعا ظاہر کیا۔ حزب البحر کی اجازت مانگی۔ آپ نے طریقہ پڑھنے کا بتلایا اور
تحریر بھی کرایا۔ بعد ازاں فرمایا: منظر آپ کے والد صاحب نے کس مرض میں وصال فرمایا؟
عرض کیا: حضور انہیں سانس کی تکلیف تھی۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے!

عید الفطر کے دوسرے روز علامہ اقبال احمد فاروقی اور حضرت بشیر حسین ناظم ڈائریکٹر وزارت
مذہبی امور آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے، سید صاحب قبلہ کے بھانجے جناب سید انوار
حسین شاہ بھی کویت سے آئے ہوئے تھے وہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہر دو حضرات
نے سلام عرض کیا۔ بشیر حسین ناظم نے عرض کیا: ”حضور اب طبیعت کیسی ہے؟“
فرمایا: علاج سے کچھ افاقہ نہیں چل چلاؤ کا وقت ہے۔

فاروقی صاحب نے عرض کیا: نہیں حضور! ملک و ملت کو آپ کے فیوض و برکات
کی ضرورت ہے۔ مولا کہیم آپ کو عمر خضر عطا فرمائے!“ فرمایا: فاروقی صاحب نہیں اب
تیار ہی عنقریب ہے۔

عید کے تیسرے دن راقم الحروف سید صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس
وقت حاجی نصیر الدین ہاشمی جناب سید مختار اشرف رضوی اور دوسرے سب پوتے
پروانہ وار اس شمع علم و عرفان کے گرد حلقہ بگوش تھے۔ میں نے سلام عرض کیا دست
بوسی کرنے کے بعد آپ کے قریب ہی فرش زمین پر بیٹھ گیا۔ فرمایا: کون؟ سید مختار
اشرف نے کہا: آبا رضا چشتی صاحب ہیں اور انہوں نے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کا انعقاد
دیکھا حال لکھا ہے: ”تو آپ مسکرائے سید مختار اشرف رضوی نے کہا: آبا آپ سنیں گے؟“
آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا: ”ہاں سنوں گا۔ راقم نے مضمون سنانا شروع کیا آپ مسکرائے
جاتے تھے چہرہ اقدس پر عجب بہار تھی اور جب میں نے یہ کہا۔

ایک ننھے منے سرخ و سپید چہرے والے بچے نے بارگاہ کون و مکان ساقی کوثر
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سوز و گداز کے عالم میں ایک نعت شریف پیش کی آواز کا جادو کچھ ٹرالا
تھا اور بچہ جھوم جھوم کر عجز و انکسار کے ساتھ یوں عرض کر رہا تھا ہے

آنکھوں کا تارا نام محمدؐ دل کا اُجلا نام محمدؐ
پوچھے گا مولیٰ لایا ہے کیا کیا میں یہ کہوں گا نام محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

نوسال بچے کی پیاری آواز نے مجمع پر سحر کر دیا سچائی میں ہمیشہ سحر ہوتا ہے ہر آدمی انگشت
بدنِ اداں تھا کیف و سرور کی عجب لذت تھی میں نے دیکھا اہل دل کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے
محبت رسول میں مستغرق ہو جانے کے آنسو، انبساط و سرور کے آنسو، عقیدت و محبت کے آنسو
استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سرگلیں آنکھوں والا حسن کا پیکر شارح بخاری حضرت علامہ سید

محمود احمد رضوی کا نور العین ہے نام پوچھتے پر پتہ چلا انہیں سید ندیم اشرف رضوی کہتے ہیں
چھوٹے سے بچے میں اتنی تڑپ کیوں نہ ہو ایک تو خاندانی نسبت سید و عالم سے اور دوسری
ورثہ میں عشق مصطفوی کی دولت ملی ہے یہ اسی کا فیضان کرم ہے۔
سید صاحب قبلہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے یہ آنسو عشق رسولؐ کے
منظر پر تھے محبت رسولؐ کے امین تھے۔ بہر کیف آپؐ نے تصدیق کے واسطے اپنے محبوب پوتے
سید ندیم اشرف رضوی کو اپنے حضور طلب فرمایا اور ان کی پیشانی چھومتے ہوئے فرمایا۔

”نعت شریف آپؐ نے پڑھی تھی؟“

سید ندیم اشرف رضوی نے کہا: ”ہاں ابا میں نے پڑھی تھی“ تو آپؐ مسکرانے لگے اور فرمایا۔
”رضا المصطفیٰ چشتی صاحب کو دو دو سوئیاں کھلاؤ“

حکم کی تعمیل ہوئی پھر فرمایا:-

چشتی صاحب تم نے یہ مضمون بہت اچھا لکھا ہے لکھتے رہا کرو۔

اتنے میں حضرت امین الحسنات مولانا سید خلیل احمد قادری تشریف لے آئے انہوں نے

دست بوسی کی پھران سے فرمایا۔ ”رُضا چشتی صاحب نے کتنا اچھا اور ایمان پرور مضمون تحریر کیا کیا ہے۔“ آپ بھی مجھے سنائیں۔“ انہوں نے دوبارہ مضمون سنایا تو حضور سید صاحب قبلہ نے پھر التفات فرماتے ہوئے چائے پلائی۔ اس کے بعد قبلہ سید صاحب زیادہ علیل ہو گئے اور میں نے وقت حاضری کے واقعات تحریر کرنا شروع کر دیئے جو من و عن و ریح ذیل میں۔

۱۷ ستمبر بروز اتوار۔ سید صاحب قبلہ کی حالت تشویش ناک ہے بار بار تصور محبوب میں رہتے ہیں۔ نمازوں کے وقت کچھ لمحات بیدار ہوتے نماز ادا کرتے پھر پاس انفاس میں مٹھو ہو جاتے ہیں نماز مغرب کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند محمد افضل چغتائی آئے تو فرمایا: درود شریف پڑھ کر دم کرو۔ انہوں نے درود نجات پڑھا اور آپ کو دم کیا تو بڑے خوش ہوئے۔

۱۸ ستمبر بروز سوموار۔ گذشتہ شب سے حضور کی طبیعت کچھ زیادہ ہی کمزور ہو گئی۔ آنے جانے والوں کی آمد و رفت ہے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی اور ان کے اہل خانہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ سبھی ایک عجیب سے خوف میں مبتلا ہیں۔ خدا رحم کرے سید صاحب قبلہ کے برادر نسبتی مولانا سید محمد علی رضوی صاحب جزا دگان، علامہ سید محمود احمد رضوی، سید حبیب احمد رضوی اور مولانا سید مسعود احمد رضوی بار بار سید صاحب قبلہ کو باتے ہیں۔ لمحہ لمحہ کا خیال رکھتے ہیں اور بار بار حال پوچھتے ہیں۔

۱۹ ستمبر بروز منگل۔ صبح ہی صبح ڈاکٹر ندیم افضل آپ کی عیادت کے لئے آئے تھے کاغلبہ تھا۔ نبض دیکھی ۵۴ تھی اور بلیڈ پریشر ۱۶۰ تھا لیکن عزم و استقلال کا پیکر نفی اثبات کے ذکر میں مصروف ہے۔ ڈاکٹر ندیم افضل نے سلام عرض کیا: فرمایا: کون ہے؟ علامہ سید محمود احمد رضوی نے عرض کیا:۔

”ڈاکٹر محمد افضل مرحوم کا بیٹا ڈاکٹر ندیم ہے“ تو آپ نے مضبوطی سے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور چہرہ اقدس پر کیف و انبساط کی رو پھیل گئی۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر ندیم نے صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی کو امیر جنسی ڈرگ کے ہیا کرنے کو کہا جو فوراً منگوالی گئیں۔ ڈرپ لگائی گئی۔ فرمایا: ”یہ سوٹیاں کون لگا رہا ہے“

مولانا سید خلیل احمد قادری نے عرض کیا: ”ڈاکٹر افضل مرحوم کا لڑکا ندیم لگا رہا ہے۔“
 اشارہ فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹے کے بعد طبیعت نارمل ہوئی اور ڈاکٹر ندیم
 نے عرض کیا: ”آپ سونا چاہتے ہیں۔“ فرمایا: ”ہاں۔“ ڈاکٹر ندیم نے کہا: ”حضور
 سونے والا انجکشن لگا دوں؟“ انگلی اٹھا کر کہا: ”نہیں۔“ چند لمحوں کے بعد آپ
 پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اسی کے پیش نظر کمرہ خاص میں آمد و رفت کا سلسلہ
 بند کر دیا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد بیدار ہوئے طبیعت میں کچھ بے چینی تھی۔
 علامہ سید محمود احمد رضوی سے دیکھانہ گیا وہ رونے لگے اور بیقراری کے عالم
 میں ڈاکٹر سے کہا: ”ندیم کچھ کرو مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں جاتی ان ڈاکٹرس
 سے مشورہ کرو جن سے آپ کا پہلے علاج ہوتا رہا ہے۔“ ڈاکٹر ندیم نے ڈاکٹر وائی
 ایم اطہر سے رابطہ قائم کیا۔ حالات بتائے انہوں نے چند ایک امور پر ہدایات
 دیں اور کہا تم مناسب دوا دے رہے ہو۔ مگر طبیعت میں کچھ افاقہ نہ ہوا تو جتنا
 ڈاکٹر افتخار الدین صاحب سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے کہا سید صاحب
 قبلہ کو فوراً میوہسپتال لے آؤ۔ سید مختار اشرف رضوی، انجم ثناء، نصیر الدین ہاشمی
 اور ڈاکٹر ندیم افضل آپ کو کار میں لٹیا کر ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے
 مناسب ٹریٹمنٹ کیا کچھ افاقہ ہوا۔ اور آپ کو واپس گھر لے آئے۔ گھر آنے کے
 پسند رہ منٹ پر ایک صاحب نوجوان آئے۔ انہوں نے علامہ رضوی
 سے اجازت لے کر آپ کی زیارت کی اور کہا حضور میں بڑی دور سے آیا ہوں مجھے
 قادر یہ سلسلہ میں داخل فرمالیں آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ”میں نے تمہارا
 ہاتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔“ اور آد اور شجرہ شریف
 کی اجازت عطا کی۔ آٹھ بجے رات کے مفتی غلام سرور رضوی، حاجی محمد امین انجن
 طلبہ اسلام، اقبال احمد حشمتی شرکت حنیفہ حضرت پیر سید محمد حسن گیلانی نور می چک سادہ
 گجرات، مولانا خلیل اللہ مہا ونگر، حاجی لطیف احمد حشمتی کامونکی، صاحبزادہ فضل کریم

لاٹلیپوری، مولانا خدابخش اظہر شجاع آباد، مولانا الشدیار اشرفی بہاولنگر، مولانا حافظ نعمت علی چشتی ساہیوال، قاری عبدالحمید قادری، اور مولانا محمد اول شاہ رضوی عیادت کے واسطے حاضر ہوئے۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور فلاں فلاں احباب سلام عرض کرتے ہیں جب مفتی غلام سرور قادری رضوی کا نام لیا تو آپ چونکے اور فرمایا: کیا ہوا؟ مفتی غلام سرور نے عرض کیا: حضور کی کرم نوازی ہے۔ فرمایا: گلبرگ میں کام اچھا ہو گیا ہے، مفتی غلام سرور نے عرض کیا: حضور کی دعا سے وہیں ہوں۔ فرمایا:-

”ملک الرحمن نے مسلک کو بہت نقصان پہنچایا ہے وہ وہابیوں سے

مل گیا ہے۔ خدا اسے ہدایت دے اہلسنت اب بیدار ہو رہے ہیں۔ سید

اشرف علی جعفری صاحب تنظیم اہلسنت والے اور ان کے ہمنا سب پکے

سنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا کرے گا۔“

۲۰ ستمبر بروز بدھ۔ مولانا محفوظ احمد قادری مکتبہ نوریہ رضویہ آپ کی عیادت کیلئے

آئے سلام عرض کیا۔ فرمایا: کیا آپ سکھر سے آئے ہیں؟ عرض کیا: حضور سکھر سے

سیدھا یہیں چلا آیا ہوں۔ پھر وہ آپ کے قریب بیٹھ کر دباتے رہے انہیں مولانا محفوظ صاحب

کی ایک روایت ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا تو

سید صاحب قبلہ نے فرمایا: کچھ پریشان نظر آتے ہو کیا بات ہے؟ عرض کیا میں نے فتنہ لکھنؤ

کی طباعت شروع کر دی ہے۔ اس کی طباعت کے لئے خرچہ نہیں اس لئے ذہنی طور پر

پریشان ہوں۔ آپ نے فوراً دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور فرمایا۔ ”مبارک ہو اللہ

تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا۔“ مولانا محفوظ احمد قادری کہتے ہیں کہ دو روز کے بعد میری

مشکل آسان ہو گئی اور مطلوبہ رقم باہر سے آگئی۔

۲۱ ستمبر بروز جمعرات۔ آپ آرام فرما رہے تھے قاضی مظفر اقبال رضوی آگئے

آپ نے فرمایا: ”اٹھاؤ“ انہوں نے اور مولانا سید محمد علی رضوی نے اٹھایا اور آپ کو دبانا شروع کیا۔ آپ بڑے خوش ہوئے پھر بے پر کیف و انبساط کی کیفیت پیدا ہوئی۔ قاضی مظفر اقبال رضوی نے عرض کیا: حضور مجھے پہچانا؟ فرمایا: مظفر ہے؟ عرض کیا: جی! اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ کے دوست حاجی فیروز دین حاضر تھے مگر وہ صاحب فراموش ہیں۔ فرمایا: ”اچھا بیمار ہیں؟“

۲۲ ستمبر بروز جمعہ المبارک۔ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری اور راقم نے مسجد حضرت داتا گنج بخش میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد ازاں سید صاحب قبلہ کی عیادت کے لئے جانے لگے تو بارش تیز ہو چکی تھی۔ بھگتے بھگتے اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت علالت کی شدت سے نقاہت بے حد بڑھ چکی تھی لیکن اسکے باوجود آنے جانے والوں کو پہچانتے تھے اور اسی حالت میں خود کوٹ بدلتے تھے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، اور حضرت مولانا سید محمد علی رضوی آہستہ آہستہ آپ کو دوبارہ تھے ”خفیف“ آواز میں فرمایا: ”آب زم زم شریف پلاؤ“

آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید حبیب احمد رضوی نے تین چھپیاں منہ میں ڈالیں تو ہاتھ سے روک دیا۔ ڈاکٹر ندیم افضل نے عرض کیا: ”حضور تھوڑا شہد ملا کر آپ زم زم شریف اور پلا میں“ ہاتھ سے اشارہ کیا تو مولانا سید محمد علی رضوی نے کچھ چھپیاں آپ کو پلائیں۔ چند لمحوں کے بعد آپ نے فرمایا: ”دروود شریف پڑھو“ حکیم اہلسنت محمد موسیٰ چشتی امرتسری نے درود تاج شریف پڑھا دیگر احباب میں سے مولانا محفوظ احمد قادری اور حضرت صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی اور تمام سامعین بلند آواز سے درود شریف

پڑھنے لگے اور خود حضرت سید صاحب قبلہ بار بار یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اور کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے تھے ساری رات اسی طرح گزری ڈاکٹر صاحبان بار بار آجائے تھے شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی حضرت مولانا سید محمد علی رضوی، حضرت ڈاکٹر مظاہر اشرف امیر حلقہ اشرقیہ پاکستان اور مولانا غلام سرور امام مسجد برکاتہ قریب ہی بلاؤ

قرآن مجید کر رہے تھے۔

۲۳ ستمبر بروز ہفتہ رات بھر حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے احباب خاص جناب

محترم الحاج بابو سراج صاحب جناب محترم الحاج محمد صدیق صاحب با دامی باغ محترم
الحاج شیخ امیر بخش صاحب محترم الحاج ملک محمد رفیق صاحب اشرفی، محترم الحاج حکیم
محمد خلیف صاحب نظامی، محترم الحاج محمد اعظم صاحب اعظم اینڈ کو، جناب محترم محمد عاشق
صاحب لاہور اور دیگر احباب سید صاحب قبلہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تمام ارادتمندوں
کے چہروں پر حزن و ملال اور عجب سی بے کلی اور ادا سی ہے دور و نزدیک سے علماء
مشائخ مزاج پرسی و عیادت کے لئے آرہے ہیں۔ مسلسل ایک ہفتہ سے ڈاکٹر ندیم
افضل حضور کا علاج کر رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر افتخار صاحب (میو ہسپتال)، ڈاکٹر کیٹین
خالد سی ایم ایچ لاہور، اور ڈاکٹر بشیر ملک وقف وقفہ کے بعد بلڈ پریشر چیک کر رہے ہیں
سات بجے رات قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی
قاری عبدالحمید قادری زیارت و عیادت کے لئے آئے۔ قبلہ سید صاحب نے فرمایا:
”مجھے بیٹھاؤ۔“ سب احباب حضور سید صاحب قبلہ کے قدموں میں بیٹھ گئے بھرت
علامہ سید محمود احمد رضوی نے عرض کیا: حضور نورانی صاحب آٹے ہیں، سید صاحب
قبلہ نے مصافحہ فرمایا۔ نورانی صاحب نے حال دریافت کی۔ مولانا عبدالستار نیازی
اور دیگر احباب نے دست بوسی کی جاتی دفعہ سب احباب نے دوبارہ مصافحہ
فرمایا۔ نورانی صاحب کے چہرہ سے محسوس ہوتا تھا کہ انہیں زیادہ مایوسی و
افسوس ہے۔

۲۴ ستمبر بروز اتوار۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ڈاکٹر
نے علاج تقریباً ختم کر دیا۔ آپ کی حالت سے کوئی بھی مطمئن نہیں تکلیف اور کرب
کے باوجود آپ کے ثوب صورت چہرے پر فرشتوں جیسی معصوم مسکراہٹ اور لبوں
پر اک تبسم ہے۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کی آنکھوں سے بے بسی جھلکتی ہے ہر وقت

خاموش خاموش سے رہتے ہیں اندوہناک اور افسردہ ہیں۔ صبح ہی سے علماء و مشائخ جمع ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ سبھی چہرے رنج و غم کی عکاسی کرتے ہیں۔ استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد حسنین نعیمی اور مولانا محمد اول شاہ رضوی مجھے ایک سمت لے جا کر فرماتے ہیں۔

”پشتی صاحب! حضرت مفتی اعظم قبلہ سید صاحب کا وقت آخر قریب ہے آپ کو چاہیے کہ ان کی مختصر حالات زندگی فوراً قلم بند کر لیا اور روزناموں کو روانہ کرنے کا انتظام کر لو۔“

زندگی اور موت کی کش مکش بھی عجیب ہے زندگی اور موت میں کتنا تھوڑا سا فاصلہ ہے حسین پھول کی پتیوں جیسا شگفتہ چہرہ جس پر ہفتوں کی بیماری کا ذرا بھر اثر نہیں وہ وجود اقدس پاس انفاس کی کیفیت میں مبتلا ہے یا حی یا قیوم اس کے لبوں پر جاری ہے عزیز و احباب کی محبت مروت اور دعائیں جاری ہیں یہ کس کی جدائی کے تصور کا کرب ہے! شدید درد ہے! بڑا دکھ ہے! جس کا مداوا نہیں! آہیں بے کار ہو گئیں۔ آنسو خشک ہو گئے اور دعائیں بے اثر ہو گئیں آنے جانے والوں کا تانا بندا ہوا ہے سب کے دل پڑمردہ ہیں چہروں پر حسرت و یاس کے بادل چھاٹے ہوئے ہیں۔ کمرہ خاص علماء و مشائخ سے بھرا ہوا ہے اور حضور مفتی اعظم پاکستان کی بایں پر علامہ سید محمود احمد رضوی، پیر سید ڈاکٹر منظر ہاشمی شرف، مولانا سید محمد علی رضوی اور راقم الحروف وائیں طرف مولانا سید مسعود احمد رضوی، سید حبیب احمد رضوی، بایں جانب قاضی منظر اقبال رضوی، چوہدری محمود احمد، مولانا معین الدین شافعی، مولانا عبدالحکیم شرف، مفتی محمد حسین نعیمی، حکیم محمد حنیف اور پاشنی کی جانب حافظ احسان الحق لاکپوری، مولانا انوار الاسلام رضوی، مولوی بشیر احمد، مولانا محمد اول شاہ رضوی، مولانا احمد حسن نوری کھڑے ہیں گمراہوں کے قریب آپ کے سبھی پوتے نواسے اور اعزاء بلند آواز سے کلمہ پاک اور درود شریف

کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ گھڑی آگئی جس پر زندگی کے سفر کی انتہا اور سفرِ آخرت کی ابتداء ہوتی ہے۔ سید صاحب قبلہ کے لبوں کو جنبش ہوتی ہے وہ نحیف آواز میں یا حی یا قیوم کا تکرار کرتے کرتے خاموش ہو گئے آہ! یہ کیا ہو گیا۔ نماز عصر سے قبل چار بج کر سات منٹ پر اہل سنت یتیم ہو گئے۔ میرکارواں شخصت ہو گیا۔ یقین نہیں آتا کہ آفتابِ علم و حکمت نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی ہے۔ ہائے اک شور برپا ہوا کہ حضرت سید صاحب قبلہ شخصت ہوئے۔ راقم نے ریڈیو پاکستان، ٹیلی ویژن، اے پی پی اور یو پی پی کے علاوہ تمام اخبارات کو بند کر لیا ٹیلی فون اطلاع کی، حکیم اہلسنت محمد موسیٰ چشتی امرتسری، نے تاریخی مادہ کہا۔

نور حق مخفی شد
۹۸ ھ ۱۳

جناب راجہ رشید محمود صاحب مدظلہ نے جو قطعہ تاریخ کہا اس کا تاریخی مصرعہ یہ ہے

سید ارباب حق مستور شد
۹۸ ھ ۱۳

قطعہ تاریخ ارتحال

از

حضرت سید شریف احمد شرافت قادری نوشا ہی مدظلہ

زینت افزائے ملکِ علمی شد
”آہ نادر زمانہ مخفی شد“

پہلوں جناب شبہ البوابرات
مصرعِ رحلتش شرافت گفت

۹۸ ھ ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غسل و تدفین و مزار



عالی قدر محبت عظم
۶۸ ۶ ۱۹

بارغ فیض مدام
۹۸ ۵ ۱۳



رضا المصطفیٰ چشتی

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نمازِ مغرب کے بعد صاحبزادہ سید جلیب احمد رضوی صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی، حاجی نصیر الدین ہاشمی، مولانا سید محمد علی رضوی فضل کریم برکاتی اور مولانا محمد علی ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ نے آپ کو غسل دیا۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے وسیع صحن میں آپ کی میت رکھ دی گئی۔ ساری رات عقیدت مند زیارت کرتے رہے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ چہرہ مبارک گلاب کی مانند تروتازہ تھا۔ اس گنجینہ علم و عرفان اور عاشق رسول کی آخری زیارت کے لئے تمام رات اپنے اور بیگانے آتے رہے اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ دارالعلوم میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تجلیات کی ایک نورانی چادر سب ارادت مندوں کو ڈھانپنے ہوئے تھی۔ یہ اس مرد جلیل کی میت ہے جسے ساقی کوثر کی ذات اقدس سے حد و رجبہ عشق تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنتے ہی وجد میں آجاتے اکثر فرماتے تھے۔

”وَرُوْدُ بَكْرَتِ پڑھا کرو جو کچھ ہم نے پایا وُرُوْدِ پاک کے وِرْد سے پایا ہے۔“

دو بچے سحری کے قریب شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید محمد علی رضوی، قرآن خوانی کر رہے تھے۔ براندہ روڈ لاہور کے کچھ تاجر حضرات آپ کی زیارت کے لئے آئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور ان کی چمک جیتے جاگتے انسان کی طرح تیز ہے اور ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ سبھی ورطہ حیرت میں آگئے اتنے میں حضرت امین الحکات سید خلیل احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان بھی آگئے اس کرامت کا چہرہ خاص و عام میں ہو گیا۔ پروانے میت کے گرد دیوانہ وار کھڑے ہو گئے اور وُرُوْدِ پاک کا وِرْد کرنے لگے۔ مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید خلیل احمد قادری اور

صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی بلند آواز سے درود تاج شریف پڑھنے لگے چند لمحوں کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔

۲۵ ستمبر بروز سوموار نماز صبح کے بعد ہزاروں عشاق جمع ہو گئے قرآن خوانی اور درود و سلام کے مقدس نغمے ہر زبان پر جاری تھے۔ نوبت کے قریب دارالعلوم کے طلباء مولانا غلام سرور برکاتی کی معیت میں حضرت مفتی اعظم کی میت کے سامنے کھڑے ہو کر سوز و گداز کے عالم میں حضرت امام ابو صیری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قصیدہ بردہ شریف پڑھنے لگے اور تمام حاضرین ان کے ساتھ آواز ملا کر پڑھنے لگے۔ دور و نزدیک سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی تھی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا پڑھانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اسی میں آپ خوش ہوتے حدیث نبوی سے آپ کے ذوق و شوق اور محبت کا یہ عالم تھا کہ صاحب فراش ہوتے ہوئے بھی حدیث مصطفوی کے پروانوں کو اپنے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نورانی ارشادات کے فیض لامتناہی سے نوازتے رہے۔ خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رولاتے تھے۔ بسا اوقات جذب کا یار اندر رہتا اور بے ساختہ آپ کی زبان پر شعر ذیل جاری ہو جاتا اور سوز و دل سے آہستہ آہستہ پڑھتے اور تصور حبیب خدا میں مستغرق ہو جاتے۔

شعلہ تھا جل بجھا ہوں ہو آئیں مجھے نہ دو
میں کب کا جا چکا ہوں صد آئیں مجھے نہ دو

وہ جن کا وجود سراپا رحمت کی حیثیت رکھتا تھا جن کا تقویٰ مثالی تھا، جن کے افکار کی روشنی میں جادہ حق کے مسافر اپنی منزل کا سراغ پاتے تھے، جو نور ہدایت کا مینار تھا جو حق گوئی و سبے باکی کا مجسمہ تھا، جو دلوں کو اک و لولہ تازہ بخشا تھا۔ مردہ دلوں کو اک زندگی تو عطا کرتا تھا۔ بھٹکے ہوؤں کو اپنی شعلہ نوائی سے راہ پر لاتا تھا جو عزم و یقین کی قندیلیں لے کر اطراف و اکناف میں دیوانہ وار پھرتا رہا جہاں گیا روشنی عطاء کی جہاں پہنچا عشق و مستی کی شمعیں روشن کیں، محبت رسولؐ اس کا پیغام اور اطاعت رسولؐ اس کا نصب العین رہا۔ ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ مجمع صفات اتنی جلد ہی دار فانی کو چھوڑ کر اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا کے مقدس جلوؤں میں بسیرا کر لے گا۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپؐ کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار علماء و مشائخ کی زیارت کی بڑے بڑے صاحبِ باکمال دیکھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم چلتے نہیں دیکھا۔ حکیم اہلسنت و مجتہد حکیم محمد موسیٰ حشتی امرتسری کی ایک روایت ہے کہ :-

”ایک بزرگ مجذوب نے مجھے کہا کہ سید ابوالبرکات روحانی طور پر

ناظم لاہور ہیں۔“

زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں آپؐ کا وہی عمل اور وہی طریق تھا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا۔ آپؐ کے نزدیک یہ بات انتہائی ناپسندیدہ تھی کہ کوئی شخص آپؐ کے سامنے سنن نبویؐ سے تھوڑا سا انحراف بھی کرے تقویٰ احتیاط، توکل، استغناء، قناعت، سخا، کرم، زہد، عمل، علم، شجاعت، کلمہ اعلیٰ حق، اخلاص، اخلاق، ذکر، استغفار، گریہ، دعوت الی اللہ، عشق رسولؐ میں استغناء، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک کی پاسبانی، مسلک امام اہلسنت شاہ احمد رضا

خاں بریلوی کی حفاظت و اشاعت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنی جگہ
بے نظیر و بے مثال تھے۔

عمر ہادر کعبہ و بیت خاتہ می نالہ حیات
ناز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اعلان کے مطابق حضرت مفتی اعظم پاکستان کا جنازہ ایک بیچ کرپنٹا لیس منٹ
پر حزب الاحناف سے اٹھایا گیا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو کہ پر غم نہ ہو۔ ہزاروں
پروانوں کے بھرٹ میں صلوٰۃ و سلام اور ذکر اللہ کا ورد کرتے ہوئے ایک بہت
بڑے جلوس کی صورت میں آپ کا جنازہ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ
کے مزار مبارک پر لے جایا گیا۔ یہاں کی حاضری کے بعد سرکل روڈ کے راستے
لویاری دروازہ اور اکبری دروازہ سے باہر حضرت شاہ محمد عوث قادری رحمۃ اللہ
علیہ کے مزار پر پہنچے چند منٹ یہاں رُک کے حاضری کے بعد یہاں سے جلوس آگے
بڑھا اور وصیت کے مطابق آپ کے والد مکرم سید المحدثین مولانا سید دیدار علی
شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک واقع جامع مسجد چنگڑ محلہ اندول
دہلی دروازہ میں جو مزبح خواص و عوام ہے اور اسی مسجد میں پہلے مدرسہ حزب
الاحناف تھا اور حضرت سید صاحب قبلہ یہیں درس دیا کرتے تھے، جنازہ
اس جگہ تقریباً پندرہ منٹ رکھا گیا۔ خدا سے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ تین بیچ کر تین منٹ پر آپ کے چہرہ اقدس پر جو بالکل خشک تھا ایک دم سرخی
نمودار ہوئی اور چہرہ انور پر موٹے موٹے قطرے پسینہ مبارک کے آگئے، درود و
سلام اور فاتحہ پڑھی گئی۔ جنازہ اٹھایا گیا اور مسجد وزیر خان چوک پرانی کوتوالی
اور کشمیری بازار سے ہوتا ہوا۔ مستی دروازہ کے سامنے لایا گیا۔ جنازہ کے شرکاء
تمام راستہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے۔ اکبر ملتان اور دیگر احباب آگے آگے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ نبرم ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھاتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور گاہے گاہے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صداؤں

بلند ہو رہی تھیں تمام راستے میں چھتوں سے مرد و زن جنازے پر پھول کی پتیاں

نچھاور کر تے۔ بالآخر مینارِ پاکستان کے پیچھے ہاکی گراؤنڈ میں جنازہ رکھا گیا جہاں

نماز جنازہ کا اہتمام جمعیت العلماءِ پاکستان کے ضلعی صدر قاضی مظفر اقبال رضوی

انجمن طلبہ اسلام کی مجلس مشاورت کے مرکزی رکن حاجی محمد امین مرکزی مجلسِ رضا لاہور

کے نائب صدر میاں زبیر احمد قادری، حضرت پیر سید محمد حسن گیلانی نوری چک سادہ گجرات

اقبال احمد حسینی شرکت حنفیہ، پیر زادہ سید محمد عثمان نوری، قاضی صلاح الدین آفس سیکرٹری

مرکزی مجلس رضا لاہور، مولانا محمد شفیع رضوی، قاری عطاء اللہ ایڈیٹر فیضان لاہور نے

بڑی محنت سے اس وسیع گراؤنڈ میں لاؤڈ سپیکروں اور وضو کے لئے پانی کا بندوبست

کیا ہوا تھا۔ جنازہ پہنچنے سے قبل ہی ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کا جم غفیر موجود

تھا۔ نعرہ تکبیر و رسالت کی صداؤں میں جنازے کا استقبال کیا گیا۔ اس طرح دو

قومی نظریہ کے اس عظیم علمبردار کی نماز جنازہ قرار داد پاکستان کی یاد کے طور پر بنائے

جانے والے مینارِ پاکستان کے سائے میں پڑھی گئی ہزاروں افراد نے نماز جنازہ

میں شرکت کی۔ نماز جنازہ سے قبل زینت القراء قاری غلام رسول نے سورہ رحمن کی چند آیات تلاوت

کیں امت کے فرائض ڈاکٹر سید مظاہر اشرف امیر علقہ اشرفیہ کراچی نے ادا کئے۔ سات ہزار علماء و مشائخ

نے شمولیت کی عوام کی تعداد کا احاطہ ممکن نہیں۔ نماز جنازہ کے بعد نماز عصر حضرت مفتی عزیز

احمد بدایونی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور نے اسی گراؤنڈ میں پڑھائی اس کے فوراً بعد زینت

القراء قاری غلام رسول نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کا سلام ہے

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پڑھنا شروع کیا۔ سامعین کی آوازیں ایک ساتھ مل کر ایک ترنم اور ایک لے میں دیدنی
سماں تھا۔ عجب لذت تھی۔ عجب کیفیت تھی۔ عجب سوز و دروں تھا۔ ہر ایک کی آنکھوں
سے آنسو جاری تھے۔ دل بے قرار روحیں بے چین، سب محبوبِ لولاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور فریاد کناں تھے اور پھر ایک آواز بلند ہوا ہے

واسطہ پیائے کا ایسا ہو کہ جو سنی کے یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھو میں مچیں وہ مومن صالح ملا فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا
درود و سلام اور ذکر کلمۃ طیبہ کی گونج میں حضرت مفتی اعظم، محدثِ مکرم، مفسرِ محترم
کا جنازہ ایک بار پھر اٹھا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ سرکلر روڈ سے اقبال پارک اور پھر اسی
پر ٹریفک معطل رہی۔ جانشینِ اعلیٰ حضرت کے جنازے کو علمائے کرام جوق در جوق
کاندھے دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سعادت ہمارے
لئے نجات کا باعث ہوگی۔ وصال کی شب گیارہ بجے حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف
شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی اور راقم الحروف نے قبر مبارک کے لئے قطب نما
کی مدد سے سمت کا جائزہ لیا۔ رات بھر قبر مبارک تیار کرتے رہے زمین پتھر ملی تھی
لہذا بڑی محنت سے یہ کام مکمل ہوا۔

۲۵ ستمبر کی صبح کو میرے معاونین نے قبر مبارک تیار کر لی اور ضرورت کے
پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ اینٹوں کی چار دیواری کر دی جائے۔ قرعہ فالِ نبیام راقمِ حکیم
ابلسنت حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری، شیخ المشائخ مولانا غلام قادر چشتی اشرفی، حضرت
امین الحسنات، مولانا سید خلیل احمد قادری، پیر طریقت مولانا سید محمد حسن گیلانی نوری اور
مولانا غلام ربانی چشتی وغیرہم نے اینٹیں اور گارالا کر قبر مبارک کی تکمیل کی اور سبھی نے
قبر مبارک کے اندر درود تاج، درود نجات، آیت الکرسی چھ کلمے ایمان کی صفتیں

تھا۔ ورو دوسلام کی صداؤں میں قبر انور کے نزدیک پہنچے قبر کے اندر زینت القراء قاری غلام رسول، مولانا احمد حسن نوری اور مولانا حاجی محمد علی ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ اترے۔ ادھر قبر کے اوپر شیخ الحدیث محمد عبداللہ قصوری، شیخ الحدیث مفتی محمد حسین نعیمی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد اول شاہ رضوی اور آپ کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں نے کلمہ پاک کے مقدس ورد کے ساتھ آپ کو اٹھایا اور حیدر اقدس کو لحد مبارک میں رکھا۔ میں نے آخری دفعہ چہرہ انور کی زیارت کی خوب صورت چہرے پر فرشتوں جیسی معصوم مسکراہٹ اور پیشانی انور پر پسینہ تھا اور قبر مبارک جنت کا کا باغ محسوس ہوتی تھی۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشتے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

قاری غلام رسول کہتے ہیں کہ میں نے قبر انور میں آپ کی ایڑیوں کو مضبوطی سے دھایا وہ ریشم سے بھی زیادہ نرم و نازک تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ تینوں احباب قبر سے باہر نکلے اور قبر مبارک کو بالین کی طرف سے بند کرنا شروع کیا جب قدموں کے قریب پہنچے تو آپ کے بڑے پوتے جناب سید مختار اشرف رضوی کے ہاتھ سے ایک اینٹ قبر انور کے اندر گر گئی اسے نکالنے کے لئے آپ کے چھوٹے پوتے جناب سید مرتضیٰ اشرف رضوی کو اندر اتارا، انہوں نے اینٹ باہر نکالی اور آپ کے قدموں کو پکڑ لیا۔ بڑی مشکل سے انہیں باہر نکالا۔ درحقیقت انہیں آخری دفعہ اپنے قدموں میں بلانا مقصود تھا۔ مولانا محمد شفیع رضوی کے ایماء پر قبر مبارک پر پانچ آوازیں بالترتیب مولانا محمد علی قادری، مولانا غلام سرور برکاتی، مولانا احمد حسن نوری، مولانا محمد عبداللہ قصوری اور راقم الحروف نے دیں قاری غلام رسول اور مولانا احمد حسن نوری نے سورہ بقرہ کی آیات تلاوت کیں۔ قبر مبارک

کی تیاری کے بعد زینت القراء قاری غلام رسول نے اعلیٰ حضرت کی مشہور مناجات
پڑھی۔

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو!
جب پڑے مشکل نہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الہی گورہ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
یا الہی جب پڑے محشر میں شور و ارد گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
داہن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہی کا ساتھ ہو
یا الہی جب رضا خواب گراں سے سراٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری نے دعا فرمائی سلام پڑھا گیا سریدین نے
چادریں چڑھائیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دستار بندی و سوگم

سید ابوالبرکات عاقبت محمود
۹۸ ۱۳

شمع تابان پاکستان
۹۸ ۱۳

صاحب کمال فقیہ اعظم
۹۸ ۱۳



قل شریف جو کہ مورخہ ۲۶ ستمبر بروز منگل دارالعلوم حزب الاحناف کے وسیع
وعریض صحن میں ہوئے۔ اس میں علماء و مشائخ اور شہریوں کی کثیر تعداد نے شرکت
کی۔ صبح ہی سے عقیدت مند پروانوں کی طرح کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آتے، کئی
قرآن ختم ہوئے اسی مجلس میں حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی دستار بندی ہوئی،
دستار بندی کراچی سے ان کے پیر خانہ کے ایک فاضل رکن حضرت ڈاکٹر سید منطاب
اشرف اشرفی نے کی۔ اس تعزیتی جلسہ میں مقررین نے حضور مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات
سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو خراج تحسین پیش
کیا۔ دس بج کر ۲۵ منٹ پر دینائے سنیت کے ممتاز قاری زینت القراء قاری
غلام رسول صاحب نے تلاوت قرآن پاک شروع کی سبحان اللہ سبحان اللہ کی
صدائیں بلند ہو رہی تھیں تا حد نگاہ سامعین کلام خدا سے بزرگ و برتر کے لافانی
فیوض سے مالا مال ہو رہے تھے گاہے گاہے سیدی مرشدی ایانی یا نبی اور غلام
ہیں غلام ہیں رسول کے غلام ہیں۔ کے مقدس نعرے بلند ہو رہے تھے۔ انہیں
نعروں کی گونج میں ببل چمنستان چشت محمد اعظم چشتی مائیک پر تشریف لائے اور
بارگاہ سرور انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے سے پہلے
تمہیدی الفاظ میں کہا:-

”مجھے فخر ہے کہ میری ابتداء جس آستانہ سے ہوئی اور آج بھی وہی فخر
حاصل ہے کہ حضور مفتی اعظم پاکستان قدس سرہ کے آخری سفر
میں سعادت ملی۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار پیش کرنے سے پہلے میری دو
گزارشات ہیں وہ سنیے !

۱۔ سید صاحب قبلہ کی خواہش تھی کہ دارالعلوم کے دروازہ کا نام
بائب نظام مصطفیٰ رکھا جائے۔

۲۔ میری ذاتی خواہش ہے کہ آپ سے میری عقیدت پچاس برس سے
ہے میں جب بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا تو سید صاحب قبلہ
نے اپنے پوتوں اور نواسوں کو اکٹھا کر کے مجھ سے نعت شریف سنی اسی
عقیدت کی بنا پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ سید صاحب قبلہ رحمۃ
اللہ علیہ کا مزار مبارک سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں بنانا چاہئے فرداً
فرداً سب حضرات اس کار خیر میں حصہ لیجئے چشتی قادری نظامی صابری
اور دیگر سلاسل سے وابستہ احباب سے میری یہی درخواست ہے۔

اعظم چشتی کی اپیل پر ارادت مندوں نے لبیک کہتے ہوئے اس عظیم کار خیر میں
حصہ لیا اور درود و سلام کی صداؤں میں اعظم چشتی نے اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ نعت
شریف پڑھی۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہہ بطی تیرا
مختلف مقررین نے سید صاحب قبلہ کو خراج عقیدت پیش کئے قبلہ سید صاحب
کے برادر زادہ حضرت مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری نے خطاب کرتے
ہوئے فرمایا :-

”حضرت مفتی اعظم قدس سرہ جو بظاہر بہا ہے چشم عالم سے چھپ
گئے ہیں۔ انہوں نے ابدی اور لافانی زندگی پالی ہے ان کے نورانی
برکاتی اور حسنائی فیوض و برکات طالبانِ حق کے لئے مشعلِ راہ رہینگے“

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس شمیم حسین قادری نے کہا :-

”حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دینا سے رحلت فرمانا نہ صرف ہمارے سلسلہ کے لوگوں کے لئے نقصان عظیم ہے بلکہ میرا ایمان ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام کے لئے بہت بڑا المیہ ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں ان کے لئے موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سید صاحب قبلہ ایک عاشق رسول تھے۔ سراپا کرم تھے۔ دین اسلام کا قلعہ تھے ان کا نور پھیلا ہے اور پھیلتا ہی رہے گا۔ اللہ کریم نے مجھے سعادت دی کہ میں نے ان کے حضور سے اکتساب فیض کیا۔ وہ نور جو آپ پھیلاتے تھے وہ آپ کے جانشین خلفاء اور تلامذہ پھیلاتے ہیں گے۔ نور ہمیشہ پھیلتا ہے کم نہیں ہوتا۔ سمٹتا نہیں۔ جوشے بھی اس کے سامنے رکھیں منور ہوگی۔ صبا نظر جانتے ہیں ایک شمع کے سامنے شیشہ رکھیں روشنی پڑے گی وہ انگلیں جو ان چیزوں کو پسند نہیں کرتیں وہ کورچشم ہیں۔“

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

میری دعا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوث اعظم کے توسل سے سید صاحب قبلہ کے فیوض و برکات جاری و ساری رہیں۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نے فلسفہ موت اور حیات پر محدثانہ انداز میں خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ :-

”اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ وہ جیسا ہوگا ویسی ہی اسے موت ہوگی۔ تاجدارِ مدینہ پر موت کا قانون طاری ہوا روح مبارک قبض ہوئی انبیاء و اولیاء پر بھی وارد ہوئی۔ حضرت علامہ ابوالبرکات قادری علیہ الرحمۃ

دینائے سنیّت میں علم و عمل رشد و ہدایت کا مینار تھے۔ ان کی وفات عامۃ المسلمین اور علمی حلقوں کے لئے شدید ترین رنج و الم اور صدمہ کا موجب ہوئی۔ جو خلا اُن کے وصال سے پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ آپ نظریہ پاکستان کے صرف حامی نہیں بلکہ قیام پاکستان کے مجاہدین میں بھی صفِ اول میں تھے۔ افسوس ہم ایک عظیم محب وطن عالم دین عاشق رسولؐ کے وجود سے محروم ہو گئے۔ میرا ایمان ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ اخروی زندگی میں نہ دلیل ہوگی نہ برہان وہاں تو مشاہدہ ہوگا اور مشاہدہ ہر دلیل کو باطل کر دیتا ہے لیکن دلیل مشاہدے کو باطل نہیں کر سکتی۔ یہ تو عالم ناسوت میں دیکھنے میں آتا ہے کہ دلیل مشاہدے کا مقابلہ نہیں کر سکتی حالانکہ یہاں ناظر و منظور دونوں خالی ہوتے ہیں۔ بایں مشاہدے کی کار فرمائی مستم ہوتی ہے لیکن آخرت کی منزل میں تو ناظر و منظور دونوں باقی ہوں گے۔ روح کو بھی بقا نصیب ہوگی اور صاحب جمال ذات کا جمال بھی غیر فانی ہوگا۔ مشاہدے کی وسعتیں غیر فانی اور غیر محدود ہوں گی۔ ناظر بھی باقی ہوگا اور منظور بھی عقبی کی منزل کی ابتدا ہی ایسی بقاء سے ہوگی۔ جو کبھی فنا پذیر نہ ہوگی۔ بلکہ وہاں فنا کا تصور ہی ناپید ہوگا ہاں مجھے کہنے دیجئے ابدی حسن کی جلوہ گری غیر کی شرکت کو قبول نہ کرے گی۔ وہاں غیر کا گذر ممکن نہ ہوگا۔ محرم کی انجمن میں محرم بار پائے گا۔ سمع، بصر اور ایسی ہی دوسری قوتیں جن کا تعلق عناصر سے ترکیب پانے والے انسانی ڈھانچے سے ہے وہاں نہ ہوں گی۔ وہاں روح کے احساس و مدد کا کام دیں گے روح کی اپنی سماعت ہوگی اور اپنی بصارت و جہان و شعور بھی اس کا اپنا ہوگا اور احساس بھی اپنا۔ کیونکہ فنا کے لطف سے ظہور پانے

والی چیزیں بھی فانی ہوتی ہیں اور بقا کی دینا کا ہر کرشمہ باقی رہتا ہے نہ
اس کے جلوؤں کو فنا ہے نہ جلوؤں سے لذت گیر ہونے والے احساس شعور
کو فنا ہو احساس و شعور عطا کرتی ہے وہ فانی ہوتا ہے۔ بقا کے احساس و شعور
کو موت نہیں وہ مر نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ ایک باقی ذات کی عطا کی
حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت کاظمی کی ایمان افروز تقریر کے بعد مولانا احمد علی شمیم نے چند اشعار بارگاہ
برکات میں پیش کئے ان کے بعد محمد اکبر ملتانی نے اعلیٰ حضرت کی مشہور نعت پڑھی۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

سید صاحب کی وفات سے اعلیٰ حضرت بریلوی کی ترجمانی کا ایک

مینار نور گر گیا ہے۔ ہمیں ان کے فراق کا دکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

کا نعم البدل عطا کرے۔

مولانا سلیم اللہ قادری نے کہا:-

فقیہ اعظم ابوالبرکات روحانیت کا بے کنار سمندر تھے میں ان

کی تربت کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں آپکی ساری زندگی

کا ایک مقصد تھا وہ یہ کہ نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور تحفظ مقام مصطفیٰ اسی

سلسلہ میں وہ شبانہ روز کوشاں رہے۔ ہر آرٹس وقت قوم کی رہنمائی فرمائی

مسعود بھگوان کے خلاف فتویٰ دیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے مشن کو جاری

رکھا اور اس خاندان سادات نے پاک و ہند میں عشق رسول کا پرچار کیا۔

خطہ پنجاب اس خاندان کے افراد کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

مفتی ظفر علی نعمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا:-

”حضرت سید ابوالبرکات علم و عرفان کے سمندر تھے اور تقویٰ میں بہت اہل
ان کی نظیر ملتی مشکل ہے وہ روحانیت کی چلا کرتے تھے وہ مرجع خلاق تھے“
حضرت پیر فضل الرحمن مجددی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-
کہ میرے والد محترم نور المشائخ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ مجھے باطنی سکون حضرت
مفتی اعظم سے حاصل ہوتا تھا۔ جب بھی بیماری میں مبتلا ہوا تو ان کے
حضور حاضر ہوا۔ سید صاحب تقویٰ، زہد، اخلاق اور استقامت کے لحاظ
سے نمونہ تھے۔

شیخ القرآن مولانا غلام علی افسر فی ادکاڑی نے کہا:-
شیخ عالم و حید العصر پیر و مرشد کاتعارف کیا کر آئیں بلکہ ہمارا تعارف
آپ کی وجہ سے ہوا کرتا تھا۔ آپ اپنے دور کے سب سے بڑے شیخ،
سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فقیہ و محدث، شیخ الحدیث
اور مفتی اعظم تھے آپ کا جاری کردہ مشن ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔
آخر میں نماز ظہر کے قبل ختم شریف پڑھا گیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت
مولانا سید مسعود احمد رضوی نے دعا فرمائی۔ مزار مبارک پر سلام پڑھا گیا۔
چادریں چڑھا دیں گئیں۔

خلفاء

سید صاحب قبلہ نے رشد و ہدایت کا پیغام اعلیٰ پیمانے پر عوام و خواص
تک پہنچایا اور بے شمار مریدین کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد
صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ تاہم آپ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل حضرات آسمان

علم و عرفان پر مہر و ماہ بن کر چمکے جن کے ذکر اور فیض سے قیامت تک دلوں کی دنیا مستنیر ہوتی رہے گی۔

- ۱۔ مفتی مولانا عبدالجلیل ہزاروی مرحوم و منفور
- ۲۔ مفتی قاری محبوب علی خاں رضوی مرحوم (بہتی)
- ۳۔ مولانا سید محمد علی رضوی حیدر آباد (برادر نسبتی)
- ۴۔ مولانا صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی (فرزند ارجمند) لاہور
- ۵۔ مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری (برادرزادہ) لاہور
- ۶۔ مولانا شیخ القرآن غلام علی اشرفی قادری اوکاڑوی
- ۷۔ مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ قادری قصوری
- ۸۔ مولانا مہر محمد ہمدرد چانگالنگا
- ۹۔ مولانا حاجی محمد علی قادری ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

ملنے کا پتہ

- ۱۔ مکتبہ سندید یہ جناح روڈ ساہیوال
- ۲۔ مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی
- ۳۔ کتب خانہ حاجی مشتاق احمد بوہڑ گیٹ قتان
- ۴۔ مکتبہ رضویہ جامع مسجد غوثیہ، حد بازار، پشاور
- ۵۔ مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوبر والا
- ۶۔ قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ
- ۷۔ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد
- ۸۔ مکتبہ مشہدیہ کچہری روڈ منڈی بہاؤ الدین
- ۹۔ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۱۰۔ شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ لاہور
- ۱۱۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۱۲۔ مکتبہ چشتیہ برکاتیہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۱۳۔ المعارف گنج بخش روڈ لاہور
- ۱۴۔ مکتبہ رضوان " "
- ۱۵۔ نوری بک ڈپو داتا دربار لاہور
- ۱۶۔ رضا پبلیکیشنز " "
- ۱۷۔ سجوری پبلیشرز " "
- ۱۸۔ مکتبہ فتوریہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

شجرہ حشیشہ نظامیہ اشرفیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین



یارب بہ محمد بہر علی بحسن سلطان دیں مددے !
 بن زید و فضیل و ابراہیم و خذیفہ امین الدین مددے
 پئے مشار و اسحاق احمد ہم شاہ محمد بولوسف !
 مودود شریف و ہم عثمان بہ معین و قطب الدین مددے
 بفرید و نظام و سراج و علائے اشرف و نور العین ولی
 بہ حسین و جعفر و ہم حاجی پئے شمس الحق والدین مددے
 پئے راجو و احمد و فتح اللہ مراد و بہار و توکل من !
 پئے داد و دنیا زولی پئے اشرف نیک ترین مددے
 از حرمت شاہ بواحد آں اشرفی سجادہ نشین
 بر حضرت سید احمد اے خالق چرخ بریں مددے



شجرہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے
 کر بلائیں رد شہید کر بلا کے واسطے
 علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے
 بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کیواسطے
 جند حق میں گن جنید با صفا کے واسطے
 ایک کار رکھ بعد واحد بے ریا کیواسطے
 بوالحسن اور بوسعید سعد روا کیواسطے
 قدر بعد القادر قدرت نما کے واسطے
 بندہ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے
 دے حیات دیں محی جانفزا کیواسطے
 دے علی موسیٰ حسن احمد مہا کے واسطے
 بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کیواسطے
 شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے
 خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
 عشق حق دے عشق عشق النہا کیواسطے
 کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
 اچھے پیارے شمس دیں بدر العلّٰی کے واسطے
 حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے
 میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے
 کر کرم اس پر نبی الانبیاء کے واسطے

یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
 مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کیواسطے
 سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
 صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام
 بہر معروف سری معروف دے بن خود سری
 بہر شہل شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
 بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن سعد
 قادری کر قادری رکھ قادر یوں میں اٹھا
 احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن
 نصرانی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
 طور عرفاں و علو و حمد و حسنی و بہا
 بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر !!
 خانہ دل کو ضیاء دے روئے ایمان کو جمال
 دے محمد کیلئے روزی کر احمد کے لیے
 دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات
 حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
 دل کو اچھاتن کو ستھرا جان کو پر نور کر
 دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
 کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
 یا الہی سید احمد کو کر میرا شفیع

کتابخانه سرچراغ دہلی
دارالمطالعات
کتاب نمبر 23



